Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Islamic Solutions to Social Evils and the Qur'anic Framework for Social Reform: In the Light of Sūrah Al-Ḥujurāt

معاشرتی برائیوں کا اسلامی حل اور اصلاحِ معاشرہ کا قرآنی لائحۂ عمل: سورۃ الحجرات کی روشنی میں

Authors Details

1. Mehreen Majeed (Corresponding Author)

Ph.D. Scholar Department of Islamic studies, Govt.Sadiq College Women University Bahawalpur, Pakistan. mehreenmajeed9296@gmail.com

Citation

Majeed, Mehreen. "Islamic Solutions to Social Evils and the Qur'anic Framework for Social Reform: In the Light of Sūrah Al-Ḥujurāt." Al-Marjān Research Journal, 2, no.3, Oct-Dec (2024): 444– 460.

Submission Timeline

Received: Sep 21, 2024
Revised: Oct 11, 2024
Accepted: Nov 03, 2024
Published Online: Nov 14, 2024

Publication, Copyright & Licensing

Article QR

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.

All Rights Reserved © 2023.

This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL | ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE | HJRS HEC Journal Recognition System

Islamic Solutions to Social Evils and the Qur'anic Framework for Social Reform: In the Light of Sūrah Al-Ḥujurāt

معاشرتی برائیوں کا اسلامی حل اور اصلاحِ معاشرہ کا قرآنی لائحۂ عمل: سورۃ الحجرات کی روشنی میں

مہرین مجید ☆

Abstract

This research paper explores the Islamic solutions to widespread social evils in light of *Sūrah Al-Ḥujurāt*, a Medinan chapter of the Qur'an comprising eighteen verses. Commonly referred to as the "Chapter of Manners," it addresses essential ethical and social guidelines necessary for establishing a morally sound and spiritually cohesive community. The Surah emphasizes several critical issues: verifying news before acting on it, avoiding mockery, abstaining from backbiting, steering clear of suspicion, and maintaining mutual respect. Verse 13 is particularly notable, highlighting the principle of universal brotherhood and stating that honor in the sight of Allah is based solely on piety—not race, tribe, or social status. Drawing upon authentic exegesis (Tafsīr), Hadith literature, and contemporary scholarly works, this study aims to revive awareness of Qur'anic ethics and show their relevance to today's challenges, such as misinformation, social media defamation, and communal division. The paper evaluates the causes and consequences of moral decline in modern societies and proposes Qur'anic remedies grounded in *Surah Al-Ḥujurāt*. It concludes that the principles laid out in this chapter serve as a divine blueprint for the development of a peaceful, just, and spiritually enriched society. Furthermore, the study recommends the inclusion of *Sūrah Al-Ḥujurāt* in educational curricula to instill values of respect, justice, and brotherhood from an early age. The findings suggest that implementing these teachings can not only reform Muslim societies but also contribute to global peace and human dignity.

Keywords: Social ethics, Surah Al-Ḥujurāt, Islamic society, Qur’anic values, social reform

تعارف موضوع

قرآنِ مجید نہ صرف فرد کی اصلاح بلکہ معاشرتی نظام کی بہتری کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ سورۃ الحجرات ایک مدنی سورت ہے جو اسلامی معاشرے کے اخلاقی و سماجی اصولوں کو بیان کرتی ہے۔ اس میں اٹھارہ آیات ہیں جنہیں دو رکوع میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سورہ کو ”سورۃ الآداب“

☆ پی ایچ ڈی اسکالر شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاولپور، پاکستان۔

بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے ادب بلکہ باہمی انسانی تعلقات کے آداب بھی سکھائے گئے ہیں۔ اس سورت میں ایسے معاشرتی مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے جو کسی بھی معاشرے کی تباہی کا سبب بن سکتے ہیں، جیسے کہ بد گمانی، غیبت، طنز و تمسخر، بلا تحقیق افواہیں پھیلانا، اور دوسروں پر ناحق الزامات لگانا۔ یہ تحقیق سورۃ الحجرات کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کے ذریعے معاشرتی برائیوں کے حل کو واضح کرتی ہے۔ محقق نے مختلف تفاسیر، احادیث اور عصرِ حاضر کے تناظر میں معاشرتی اقدار پر کتب کا مطالعہ کیا ہے تاکہ آج کے دور میں ان آیات کی اہمیت اور افادیت کو اجاگر کیا جا سکے۔ مقصد یہ ہے کہ ان قرآنی اصولوں کو معاشرے میں عملی طور پر نافذ کر کے ایک پُر امن، پاکیزہ اور باوقار اسلامی معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔

مبحث اوّل: معاشرتی اصول و آداب اور قرآنی ہدایات

1. معاشرتی اصول و آداب سے مراد

انسان مدنی الطبع ہے۔ انسانی آبادی سے دور رہنا اس کے لیے ممکن نہیں۔ اپنی فطری و طبعی جبلت اور اسی مزاج کی وجہ سے بہت سے انسان جب باہم مل جل کر رہتے ہیں تو ان کے اس عمل کے نتیجے میں ”انسانی معاشرہ“ وجود میں آتا ہے خالق کائنات نے اس انسانی معاشرے کے ارتقائ اور اس کی بقائ و دوام غرض سے ایسا قدرتی نظام وضع فرمادیا ہے جس کی وجہ سے انسانی معاشرے کے ہر فرد کو کسی نہ کسی شکل میں دوسرے کی ضرورت و احتیاج ہے گویا ہر انسان کی سلامتی وبقائ کا انحصار کسی نہ کسی درجہ میں دوسرے انسانوں کی سلامتی وبقائ پر ہے اور ان سب ہی کے مفادات و مصالح باہم پیوستہ ہیں، خواہ ان میں آپس میں والدین اور اولاد کا رشتہ ہو، وہ میاں بیوی، قرابت دار ہوں، پڑوسی ہوں، خادم و مخدوم یا حاکم و محکوم ہوں، یا خریدار اور دوکاندار کے باہمی معاملات ہوں۔ قدرت کا وضع کردہ ”انسانی معاشرہ“ ہمیشہ اور ہر جگہ کار فرما نظر آنے گا۔[1]
انسانی معاشرے کے بقائ اور اسے امن کا گہوارہ بنانے کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے چند اصول و آداب بھی بیان کر دیئے ہیں، کچھ معاشرتی اصول ہمیں قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں ملتا ہے، جن میں بطور خاص سورۃ الحشر ہیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ کے مختلف ارشادات معاشرتی اصول و آداب کی تعلیمات پر موجود ہیں۔ پر امن اور نفرتوں و کدورتوں سے پاک معاشرے کی تعمیر تبھی ممکن ہو گی جب ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات پر عمل کریں۔ ذیل میں راقم الحروف چند معاشرتی اصول و آداب سورۃ الحجرات کی روشنی میں پیش کرے گا۔ یہ ہم سب کی زمہ داری اور فریضہ ہے کہ انہیں پڑھ کر اس پر عمل کریں اور دوسروں تک پہنچائیں۔ اونچی آواز کے ساتھ کسی کو گھر سے باہر بلانے سے گزیز کیا جائے۔ قرآن کریم کی آیت نمبر 4 کی روشنی میں مسلمانوں کو معاشرتی ادب کی تلقین کرتے ہوئے فرمان ربانی ہے کہ

ان الذ ین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون۔[2]

ترجمہ: ”یقیناً جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں، ان میں اکثر سمجھتے نہیں۔“

1 Aḥmad, Shafīq. *Mashriqī Adab wa Akhlāq: Islāmī Taʿlīmāt kī Roshnī meṅ* (Lahore: Nawwā-e-Waqt Publications, 2003), 1:11, 104.
2 Al-Ḥujurāt, 49:1–18.

یہ آیات دراصل ایک واقعہ کا شان نزول ہے جس کے مطابق بنو تمیم کے کچھ لوگ ایک ضرورت سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ وقت آپ ﷺ کے قیلو کا تھا، آپ ﷺ حجرہ شریفہ میں آرام فرمارہے تھے، ان میں اقرع بن حابس، عیینہ بن حصس بھی تھے، وہ لوگ جاہلی رواج کے مطابق آتے ہی باہر سے آپ ﷺ کو پکارنے لگے کہ اے محمد! آپ باہر نکل کر آئیں! ذمانہ جاہلیت کا رواج تھا کہ جب شعرائ وبلغائ کا کو وفد کسی بادشاہ یا امیر کے پاس جاتا تو وہ قریب پہنچ کر باہر ہی سے آواز دیتا کہ ہم اشراف عرب ہیں، اصحاب فصاحت وبلاغت ہیں ہم تعریف کر دیں تو باعث شرف ہے اور اگر مذمت کر دیں تو باعث ذلت ہے چنانچہ بنو تمیم کے اس وفد نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا، ان میں اکثریت تو ان لوگوں کی تھی جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، لیکن ان میں چند مسلمان بھی تھے، چونکہ یہ طریقہ شان رسالت کے منافی تھا، اس لیے اس پر اللہ کی طرف سے شرزنش کی گئی اور قیامت تک کیلئے یہ پیغام دیدیا کہ شان رسالت میں ادنیٰ ہے ادبی بلکہ کوئی بھی ایسا عمل جس میں بے ادبی کا اندیشہ بھی ہو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔[3]

بنو تمیم کے وفد کو جو آنحضرت ﷺ کے حجرے کے باہر سے اونچی آواز سے پکار کر آپ ﷺ کو باہر بلا رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے "لایعقلون" کا لفظ استعمال کر کے مخاطب فرمایا کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے ہیں، کیونکہ وہ عام بادشاہوں میں اور آپ ﷺ میں فرق نہیں کر سکے، نیز ان کو اس کا کیا نقصان پہنچنے والا ہے، یہ ان کی ناسمجھی کی کھلی دلیل تھی۔ دوسروں کے آرام کا خیال رکھا جائے۔ ماقبل میں زکر کردہ آیت کی روشنی میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو آداب معاشرت کے ایک عمدہ اصول سے آگاہ فرمایا۔ جس کے مطابق مسلمانوں کو شیے کہ کسی کے گھر ملاقات کیلئے جائے تو اس کے آرام کے وقت میں نہ جائے، نیز اسے گھر کے باہر سے اونچی آواز سے پکار کر نہ بلائے کہ یہ حرکت بے ادبی میں شمار ہوتی ہے اور اس کے گھر والوں کیلئے تکلیف کا باعث بھی بنتی ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی کتاب آداب المعاشرت[4] میں ملاقات کے آداب میں سے ایک ادب کی بات لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ "جب آپ کسی سے ملاقات یا گفتگو کے لیے جائیں اور دیکھیں کہ وہ کسی اہم کام میں مصروف ہے—جیسے قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہو، کوئی دینی وظیفہ پڑھ رہا ہو، لکھنے میں مشغول ہو، یا سونے کی تیاری کر رہا ہو—تو ایسے وقت میں اسے بات چیت کے لیے مجبور نہ کریں۔ اگر اندازوں سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس وقت بات کرنے سے اس کو پریشانی یا ذہنی دباؤ ہو سکتا ہے، تو بہتر یہی ہے کہ خاموشی سے واپس لوٹ آئیں۔ اگر بات واقعی ضروری ہو تو نرمی سے اجازت لے لیں، مثلاً یہ کہہ دیں: "کیا میں کچھ عرض کر سکتا ہوں؟"—اگر وہ آمادگی ظاہر کرے تو پھر بات کریں۔ اس طرح بات سننے والے کو بھی الجھن محسوس نہیں ہوگی، اور آپ کی بات کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ مناسب وقت کا انتظار کریں اور جب وہ فارغ ہو، تب ملاقات کریں۔ یہی طرزِ عمل اسلامی تہذیب اور معاشرتی ادب کا تقاضا ہے"

[3] Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar. *Tafsīr Ibn Kathīr* (Riyadh: Dār al-Salām, 2010), 4: on Al-Ḥujurāt, 49:1–18.

[4] Qāḍī Thanāʾullāh Panipatī. *Tafsīr Maẓharī* (Lahore: Idārah Ishāʿat al-Islām, 2005), 4:145–152. Al-Ḥujurāt, 49:5.

2. قرآن کریم کا طریقہ ادب

اللہ رب العزت مسلمانوں کو طریقہ ادب بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

ولو انهم صبروا حتیٰ تخرج اليهم لكان خيرا الهمو اللهغفوررحيم۔[5]

ترجمہ: "اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک آپ (خود ہی) ان کے پاس نکل کر آجاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اللہ بہت مغفرت کرنے والا، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔"

کسی کو اس کے گھر کے باہر سے آوازیں دینے کے بجائے، اگر صبر کر لیا جائے حتیٰ کہ وہ خود ہی گھر سے باہر نکل جائے تو یہ کمال ادب و تقویٰ کی علامت ہے اور جب تقویٰ مزاج میں داخل ہو جاتا ہے تو انسان کے اندر وہ احساس پیدا ہو جاتا ہے جس کے ذریعہ وہ اچھے برے میں فرق کرتا ہے، اچھائی کر طرف شدید رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور برائی سے شدید نفرت محسوس ہونے لگتی ہے۔ آیت کے اختتام میں اللہ تعالیٰ نے "غفور رحیم" کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ اگر اس سے پہلے کسی مسلمان سے ناسمجھی میں غلطی ہو گئی ہو اور وہ اب ادب جان لینے کے بعد پشیمان اور ندامت میں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے معافی طلب کرے، اللہ تعالیٰ اس کی پچھلی غلطیوں کو معاف فرمادے گا۔

اس آیت شریفہ میں بنیاد طور پر محاسن اخلاق اختیار کرنے کی بھی دعوت دی گئی ہے۔ اسلام کی یہ اخلاق تعلیم ہر ایک کے لیے ہے، یہاں تک کہ ہر جان رکھنے والے کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔[6]

3. فیصلہ کرنے میں احتیاط کیجائے

اجتماعی زندگی ایک دوسرے پر اعتماد کے ساتھ مربوط ہے اور یہ ایک انسانی ضرورت ہے، اس اعتماد کے نتائج اگر صرف اپنی زات تک محدود ہیں تو فیصلہ کرنے والا آزاد ہے، وہ غور کر کے کچھ بھی فیصلہ کر سکتا ہے، لیکن اگر اس اعتماد کے نتائج متعدی ہیں اور اس کی وجہ سے دوسروں پر بھی اس کا اثر پڑ رہا ہے تو اس صورت میں فیصلہ کرنے والا آزاد نہیں ہے، وہ جب تک پوری تحقیق نہیں کر لیتا اور جس پر اس نے اعتماد کیا ہے۔ جب تک کسی شخص کی سچائی اور امانت داری — جسے اسلامی اصطلاح میں "عدالت" کہا جاتا ہے — واضح نہ ہو جائے، وہ کسی اہم فیصلے یا ذمہ داری کے لیے قابلِ اعتماد نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی کی بات پر بلا تحقیق اعتماد کر لیا جائے اور وہ بات درست نہ ہو، تو اس کے نتیجے میں دوسرے افراد کو نقصان اٹھانا پڑ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یاایھاالذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبافتبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نادمين۔[7]

---

[5] Al-Ḥujurāt, 49:5.

[6] Ālūsī, Maḥmūd al-Baghdādī. *Rūḥ al-Maʿānī* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 2008), 26:117–128.

[7] Al-Ḥujurāt, 49:6.

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے آئے تو اچھی طرح جانچ لو کہ کہیں تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو، پھر تمہیں اپنے کیے پر پچھتانا ہو۔''

4. آپ ﷺ کا طریقہ کار

سورۃ الحجرات کی چھٹی آیت کا پس منظر ایک نہایت اہم اور سبق آموز واقعہ ہے جو ہمیں اسلام میں تحقیق اور سچائی کی اہمیت کا احساس دلاتا ہے۔
حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ولید بن عقبہؓ کو قبیلہ بنو المصطلق کے پاس زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ جب اس قبیلے کو حضرت ولیدؓ کی آمد کی خبر ملی، تو وہ لوگ نہایت خوشی اور اخلاص سے زکوٰۃ کا مال جمع کر کے خود ہی باہر نکل آئے تاکہ ان کا خیر مقدم بھی ہو جائے اور زکوٰۃ بھی براہِ راست حضرت ولیدؓ کو دے دی جائے۔ لیکن حضرت ولیدؓ کو ان کے ارادے پر شک ہوا۔ انہیں محسوس ہوا کہ شاید پرانی رنجش کی وجہ سے یہ لوگ انہیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اسی خدشے کے تحت وہ بغیر ملاقات کے واپس مدینہ چلے گئے اور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ قبیلہ بنو المصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور وہ میرے قتل کے درپے ہیں۔
یہ ایک سنگین خبر تھی، اور اگر اس پر فوراً عمل کیا جاتا تو ایک بڑا فساد کھڑا ہو سکتا تھا۔ مگر آپ ﷺ نے نہایت حکمت اور تدبر سے کام لیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس معاملے کی تحقیق کے لیے بھیجا، ساتھ یہ ہدایت بھی فرمائی کہ کوئی اقدام تحقیق کے بغیر نہ کیا جائے۔ حضرت خالدؓ نے بستی سے کچھ فاصلے پر قیام کیا اور چند افراد کو خفیہ طور پر حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ ان کی رپورٹ یہ تھی کہ قبیلے کے لوگ نہ صرف ایمان پر قائم ہیں بلکہ باقاعدگی سے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی بھی کرتے ہیں۔
حضرت خالدؓ نے یہ پوری تفصیل رسول اللہ ﷺ کو بتائی، جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ"سورة الحجرات، آیت 6

یعنی: "اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر نادم ہو جاؤ۔"

یہ آیت ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ کسی خبر پر فوری ردعمل دینے سے پہلے اس کی سچائی کو جانچنا ضروری ہے، کیونکہ بے تحقیق فیصلہ نہ صرف دوسروں کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے بلکہ خود ہمارے لیے بھی شرمندگی کا باعث بن سکتا ہے۔
نبی کریم ﷺ نے اپنے عملی طرزِ عمل سے امت کو ایک عظیم اصول سکھایا— کہ کسی بھی خبر پر فوراً یقین نہ کیا جائے، بلکہ پہلے اس کی تحقیق کی جائے۔ آپ ﷺ کا یہی طرزِ عمل آج بھی امتِ مسلمہ کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ ﷺ نے جب حضرت ولید بن عقبہؓ کی خبر سنی تو بغیر تحقیق کے کسی کارروائی کا حکم نہ دیا، بلکہ معاملے کی چھان بین کا حکم دیا۔ یہی طرزِ فکر آج کے دور میں ہمیں خاص طور پر اپنانے کی ضرورت ہے، جب

خبریں لمحوں میں دنیا بھر میں پھیل جاتی ہیں۔ ہمیں سنی سنائی باتوں پر فوراً رد عمل دینے کے بجائے سوچنا چاہیے، تحقیق کرنی چاہیے، اور پھر حکمت و بصیرت سے فیصلہ کرنا چاہیے[8]۔

یہ اصول خاص طور پر اُن افراد اور اداروں کے لیے نہایت اہم ہے جو سوشل میڈیا، الیکٹرانک یا پرنٹ میڈیا سے وابستہ ہیں۔ ان پر یہ اخلاقی اور دینی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بغیر تحقیق کوئی خبر شائع نہ کریں، اور جھوٹی افواہوں یا غیر مصدقہ اطلاعات کو پھیلانے سے گریز کریں۔ کیونکہ ایک غلط خبر نہ صرف انفرادی کردار کو مجروح کر سکتی ہے بلکہ پورے معاشرے میں بے چینی، بدگمانی اور فتنے کا سبب بن سکتی ہے۔

5. سنی سنائی باتوں پر یقین کا نقصان

ہمارے معاشرے میں یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ لوگ بلا تحقیق سنی سنائی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں اور اسی بنیاد پر رائے قائم کرتے ہوئے بعض اوقات ایسے اقدامات کر بیٹھتے ہیں جن کے نتائج انتہائی نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اس طرزِ عمل کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ: "کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جہالت میں کسی قوم کو نقصان پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔"[9]

یہاں "جہالت" کا مفہوم دو رخ رکھتا ہے: ایک ناواقفیت، جو علم کی ضد ہے؛ دوسرا غصے اور طیش میں آنا، جو حلم کے منافی ہے۔ دونوں صورتوں میں جب حقیقتِ حال سامنے آتی ہے تو پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اس کے بعد ندامت کی تنبیہ فرمائی۔

اس آیت سے چند اہم اصولی رہنما اصول اخذ ہوتے ہیں:

* کسی غیر معروف اور غیر معتبر شخص کی خبر یا گواہی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا، خاص طور پر عدالتی فیصلوں میں۔ قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف معتبر، عادل اور ثقہ گواہوں کی بات کو تسلیم کرے۔
* کسی بھی معاملے میں جلد بازی سے فیصلہ نہ کیا جائے، جب تک کہ اس کے تمام پہلوؤں پر تحقیق اور تفتیش مکمل نہ ہو جائے۔
* ہر اُس عمل سے اجتناب ضروری ہے جو بعد میں شرمندگی یا ندامت کا باعث بنے، خواہ وہ گناہ ہو یا غیر ذمہ دارانہ اقدام۔ بالخصوص قاضی اور اہلِ اختیار کے لیے لازم ہے کہ وہ حدود اور سزاؤں کے فیصلے انتہائی احتیاط، عدل اور مکمل تحقیق کے بعد صادر کریں، بصورت دیگر وہ خود مؤاخذے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

مبحث دوم: سماجی عدل و انصاف کے قرآنی اصول

1. فریقین کے مابین عدل و انصاف کا قرآنی اصول

اسلام نے ایک پر امن اور منصف معاشرے کے قیام کے لیے نہایت حسین اور قابلِ عمل اصول دیے ہیں۔ انہی میں سے ایک اہم اصول یہ ہے کہ اگر معاشرے میں دو گروہوں یا جماعتوں کے درمیان کوئی جھگڑا یا تنازع پیدا ہو جائے، تو سب سے پہلے انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں مسئلے کا حل تلاش کرنا چاہیے۔ قرآن و سنت کی رہنمائی کے مطابق اگر دونوں فریق صلح پر آمادہ ہو جائیں تو یہی

---

[8]Daryābādī, ʿAbd al-Mājid. *Tafsīr-e-Mājidī* (Lahore: Majlis Nashriyāt-e-Islām, 2004), 4:101–110.
[9] Nuʿmānī, Shiblī. *Sīrat al-Nabī* (Lahore: National Book Foundation, 2009), 2:33–45.

بہترین راستہ ہے۔ لیکن اگر ایک گروہ ضد، انا، تکبر یا خود غرضی کی وجہ سے صلح سے انکار کرے اور ظلم پر قائم رہے، تو پھر دیگر مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مل کر اس ظالم فریق کو راہِ راست پر لائیں — حتیٰ کہ وہ انصاف کو قبول کرے اور اللہ و رسول ﷺ کے فیصلوں پر راضی ہو جائے۔ قرآن کریم نے اس اصول کو نہایت واضح انداز میں بیان کر کے امت کو یہ سکھایا ہے کہ انصاف، عدل اور اصلاح معاشرے کی بنیاد ہیں۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے دشمنی، نفرت، اور دلوں کی کدورتیں ختم ہو سکتی ہیں، اور باہمی تعلقات میں محبت، اخوت، اور امن و سکون کی فضا قائم ہو سکتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ[10]"

ترجمہ: "اور اگر اہلِ ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ، پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس سے لڑو جو زیادتی کر رہا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔"

قرآن کریم کی اس آیت سے واضح پیغام ملتا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک دوسرے پر زیادتی کرے اور قرآن و سنت کا فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کر دے اور انہیں ظلم کرنے سے روکنا بھی ممکن نہیں، کیونکہ ان کے حمایتی موجود ہیں تو جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں، اس سے جنگ کرو، یہاں تک کہ وہ بھی اللہ کے حکم کی طرف واپس آجائیں۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ
نبی کریم ﷺ نے معاشرتی اصلاح اور عدل کے قیام کے لیے جو سنہری اصول عطا فرمائے، ان میں ایک عظیم ہدایت یہ بھی ہے" : اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ "جب ایک صحابیؓ نے عرض کیا" : یا رسول اللہ! مظلوم کی مدد تو سمجھ آتی ہے، لیکن ظالم کی مدد کیسے ممکن ہے؟ "تو آپ ﷺ نے جواب دیا" : اسے ظلم سے روک دینا ہی اس کی مدد ہے۔"
یہ تعلیم ہمیں اس بات کا شعور دیتی ہے کہ اسلام صرف ظاہری امن نہیں، بلکہ باطنی عدل اور اصلاح کا بھی داعی ہے۔ اگر کسی جھگڑے کے بعد فریقین اللہ کے حکم کی طرف رجوع کر لیں، تو پھر ان کے درمیان صلح کرانا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہو جاتا ہے۔ تاہم، قرآن ہمیں یہ تنبیہ بھی دیتا ہے کہ گزشتہ اختلافات تمہیں انصاف سے ہٹنے پر آمادہ نہ کریں، بلکہ ہر حال میں عدل کے تقاضوں کو مقدم رکھو۔[11]

2. جھگڑنے والوں میں صلح کروانا

جس طرح خود کسی جھگڑے میں پڑنا باعثِ ذلت، ندامت اور خفت ہوتا ہے، اسی طرح اہلِ ایمان کو یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ وہ نہ صرف خود اختلافات سے بچیں بلکہ دوسروں کے درمیان بھی صلح کروانے کی کوشش کریں۔ ایک سچا مسلمان صرف اپنے سکون کا خواہاں نہیں ہوتا، بلکہ اپنے اردگرد کے ماحول کو بھی بہتر بنانے کی ذمہ داری محسوس کرتا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اگر اہلِ ایمان آپس میں الجھ جائیں تو انہیں

10 Al-Ḥujurāt, 49:9.
11 Kāndhlawī, Yūsuf. *Ḥayāt al-Ṣaḥābah* (Lahore: Idārah Islāmiyyāt, 2006), 2:89–96.

یونہی چھوڑ دینا درست نہیں، بلکہ ان کے درمیان مصالحت کرانا عین عبادت اور نیکی کا عمل ہے۔ اتنا اہم اور فضیلت والا کام ہے کہ اگر صلح کی نیت سے کسی بات کو نرم یا مصالحانہ انداز میں بیان کیا جائے، تو شریعت اس کی بھی اجازت دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت ہمیں اس حوالے سے روشن مثالیں فراہم کرتی ہے، جہاں آپ ﷺ نے کئی مواقع پر باہمی رنجشیں ختم کروائیں، رشتہ داروں کو جوڑا، اور امت کو صلح رحمی، برداشت، اور نرمی کا درس دیا۔ یہ تعلیمات آج بھی ہمارے معاشرتی انتشار، خاندانی تنازعات، اور فرقہ وارانہ اختلافات کے حل کی روشن راہ دکھاتی ہیں۔
آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ

عن انس بن مالک قال : قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم : صل من قطعک واعف عمن ظلمک۔[12]

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو تجھ سے قطع تعلق کرے، اس سے تعلق جوڑ، اور جو تجھ پر ظلم کرے، اسے معاف کر۔"

سورۃ الحجرات کی چھٹی آیت میں یہ حکم گزرا ہے کہ ہر سنی سنائی بات پر کان نہ دھرا جائے، اگر ایسا شخص کوئی خبر لے کر آیا ہے جس کا اعتبار نہیں تو بغیر تحقیق کوئی اقدام نہ کیا جائے، اگر غلطی ہوگئی تو اس کا نتیجہ جھگڑے کی شکل میں ظاہر ہوگا اور یہ بات پڑھتے بڑھتے قتل وغارت گری تک پہنچ سکتی ہے۔ اسی لیے اسی سورت کی نویں آیت میں یہ تلقین کی جارہی ہے کہ اگر اہل ایمان میں جھگڑے کی یہ شکل پیدا ہو تو ان میں صلح کی کوشش کی جائے اور اگر کوئی فریق صلح پر رضامند نہ ہو تو حتی المقدور اس کو اس پر آمادہ کیا جائے۔ پھر اگر خود صلح کرانے میں دشواری ہو اور اس کا غالب امکان ہو کہ دونوں فریق یا دونوں میں سے کوئی ایک فریق اس کی بات ماننے پر رضامند نہ ہو گا تو بہتر ہے کہ درمیان میں ایسے لوگوں سے ثالثی کرائی جائے جن کا دونوں فریقوں پر اثر ہو اور دونوں فریق اس کی بات میں وزن محسوس کرتے ہوں۔

3. صلح کرانے کے آداب

اسلام نے جھگڑوں اور فساد کے معاملے میں ایک متوازن اور عادلانہ نظام پیش کیا ہے، جو معاشرتی امن کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ اس نظام کی بنیاد پر عمل کر کے آپس کے جھگڑے دور کیے جاسکتے ہیں اور ایک پرامن معاشرہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ اگر دو فریقوں کے درمیان اختلافات بڑھ جائیں اور فساد کی صورت حال پیدا ہو، تو طاقت کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔ تاہم، اسلام میں قوت کے استعمال کی شرط یہ ہے کہ وہ اعتدال اور توازن کے ساتھ ہو۔ سورۃ الحجرات کی نویں آیت میں یہی اصول بیان کیا گیا ہے کہ اگر دو فریقوں کے درمیان جھگڑا ہو، تو ان کے درمیان صلح کی کوشش کی جائے۔ اگر ایک فریق اپنی ضد اور ظلم پر قائم رہے، تو اس کو طاقت کے ذریعے روکنا ضروری ہو سکتا ہے، لیکن اس طاقت کے استعمال میں بھی توازن قائم رکھنا لازم ہے۔ یہ اس لیے کہ طاقت کا مقصد صرف ظلم کو روکنا ہے، نہ کہ مزید فساد پھیلانا۔ تاہم، اصلاح کی کوشش ہمیشہ جاری رہنی چاہیے۔ طاقت کے ذریعے جب ایک فریق کو ظلم سے روکا جائے اور وہ اپنی زیادتی سے باز آجائے، تب دونوں فریقوں کو دوبارہ جوڑنے اور دلوں کو ملانے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ یہی اسلامی تعلیمات ہیں جو ہمیں صرف انصافی فیصلوں کی طرف رہنمائی فراہم نہیں کرتیں، بلکہ

[12] Gangohī, Rashīd Aḥmad. *Fatāwā Rashīdiyyah* (Lahore: Maktabah Raḥmāniyyah, 2007), 1:202–204.

انسانیت کے اصولوں کو بھی برقرار رکھتی ہیں۔۔ یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہمیں اپنی طاقت اور اختیار کا استعمال ہمیشہ عدل و انصاف کے تحت کرنا چاہیے تاکہ فساد کو روک کر امن قائم کیا جا سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِن فَائَتْ فَصَالِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ أَقْسِطُوا إِنَّ اللَّـهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ [13]

ترجمہ: "پس اگر وہ جھک جائے تو پھر دونوں میں برابری سے صلح کراؤ اور انصاف سے کام لو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف سے کام لینے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

آیت کی رو سے یہ حکم واضح ہو گیا کہ جھگڑے کی صورت میں بزور طاقت اسے روکا جانے اور دوسری صورت میں دونوں میں صلح کرائی جائے۔ لیکن صد افسوس اس بات پر کہ ہمارے معاشرے میں آج اس حکم کے برعکس درآمد کیا جا رہا ہے۔ لوگ دو فریقوں کے مابین جھگڑے خود ہی پیدا کرتے ہیں، اور دونوں میں تیلی لگا کر آگ کو مزید بڑھکا دیتے ہیں۔ پھر اس سے بھی باز نہیں آتے، بلکہ دونوں فریقین کے مابین ایک دوسرے کے خلاف نفرت پھوک دیتے ہیں، تاکہ وہ ایک دوسرے کے جانی دشمن بن جائیں۔ ان کا آپس کا تعلق ختم ہو جائے۔ اس طرح کی حرکات گھریلو عورتوں میں زیادہ دیکھنے کو ملتی ہیں اور اکثر گھریلو جھگڑے کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی حرکت بنتی ہے۔ یہ سب قرآن وحدیث سے دوری اور غفلت کی وجہ ہوتا ہے۔ اگر ہمارا معاشرہ قرآن کو اپنے سینے سے لگالیں اور اس کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں اور نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنا لیں تو ان کی زندگی بہار بن جائے اور ہمیشہ خوشحالی رہے گی۔

4. اصلاح معاشرہ کا ایک جامع اصول

سورۃ الحجرات کی دسویں آیت میں اللہ رب العزت نے اصلاح معاشرے کا ایک جامع اصول بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَصَالِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللَّـهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ [14]۔

ترجمہ: "تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں، تو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو، اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو۔"

یہ آیت ہمیں ایک عظیم درس دیتی ہے کہ ایمان کی بنیاد پر تمام مسلمان ایک دوسرے کے لیے بھائی ہیں، اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اس آیت میں "الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ" کا مطلب ہے کہ مسلمان صرف عقیدہ میں نہیں، بلکہ ان کے آپس کے تعلقات بھی ایسے ہونے چاہئیں جیسے ایک خاندان کے افراد کے ہوں۔ اگر کسی مسلمان کا کسی دوسرے مسلمان کے ساتھ جھگڑا یا اختلاف ہو جائے، تو اس کا حل صلح اور مفاہمت کے ذریعے ہونا چاہیے۔[15]

---

13 Al-Ḥujurāt, 49:9.
14 Al-Ḥujurāt, 49:10.
15 Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Adab* (Lahore: Dār al-Salām,

آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آپس میں صلح کرنے کی تاکید کی ہے اور ساتھ ہی "اتَّقُوا اللَّـهَ" (اللہ سے ڈرو) کا حکم دیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جب ہم ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کریں، صلح کریں اور ایک دوسرے کی مدد کریں، تو اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت حاصل ہوتی ہے۔ ایمان اور تقویٰ کی یہ حالت ہمیں اللہ کے قریب کر دیتی ہے، اور اس کے نتیجے میں ہمیں اللہ کی رحمت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

یہ آیت معاشرتی تعلقات اور انسانوں کے مابین بھائی چارہ، محبت اور ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرنے کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔ معاشرتی امن اور سکون کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان آپس میں صلح کریں، ایک دوسرے کے ساتھ انصاف اور حسن سلوک کریں، اور اللہ سے ڈریں تاکہ اللہ کی رحمت ہمارے ساتھ ہو۔

آیت کے اختتام پر حکم دیا گیا کہ اگر تقویٰ اختیار کر لیا جائے تو آپس کے جھگڑے اور تصادم سے دلوں میں جو حسد، کینہ و بغض، غیبت، چغلی اور دوسروں کی حق تلفیاں پیدا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے، وہ درد ہو جاتا ہے۔ دونوں فریقین اللہ کے ڈر سے آپس کے جھگڑے کو چھوڑ دیں، صلح کرانے والے بھی اللہ ڈر سے صحیح فیصلہ کریں۔ درحقیت اسی سے ہی حقیقی معاشرہ کی بنیادیں مضبوط بنتی ہیں۔

مبحث سوم: معاشرتی خرابیوں کی نشان دہی اور ان کا حل

1. ایک دوسرے کا مذاق مت اڑائیں

معاشرے کے آداب میں ایک یہ بات بھی شامل ہے کہ دوسرے انسان کی عزت و حرمت کا خیال رکھا جائے۔ اس کی تحقیر و تذلیل نہ کی جائے۔ اسلام نے انسان کی عزت و حرمت کو پامال کرنے سے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ کوئی بھائی اپنی زبان اور دوسرے افعال و اعمال سے کسی بھائی کا مذاق اڑانے سے گریز کیا جائے، کیونکہ ایسا کرنے میں ایک دوسرے کی تحقیر و تذلیل ہے کہ جس سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے اور ایسا کرنا بہت بڑا جرم ہے جس کی شریعت مطہرہ قطعا اجازت نہیں دیتی ہے۔ قرآن کریم میں واضع ارشاد فرمادیا گیا ہے کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ[16]

ترجمہ: "اے ایمان والو! کوئی مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائے، ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں، ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں۔"

یہ آیت ہمیں ایک بہت اہم اخلاقی تعلیم دیتی ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کا احترام کریں اور کسی بھی انسان کو اس کی حیثیت یا مقام کے لحاظ سے کم تر نہ سمجھیں۔ اس میں خاص طور پر مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کا مذاق اُڑانے سے منع کیا گیا ہے۔ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کی عزت و توقیر اللہ کی رضا کے مطابق ہو، اور کسی کے ساتھ تمسخر یا ہنسی مذاق کرنے سے اس کے مقام اور شخصیت کی توہین نہ کی جائے۔ "عسیٰ

2010), 8:56–58, ḥadīth no. 6045.

[16] Al-Ḥujurāt, 49:11.

أن يكونوا خيراً منهم" کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ جس شخص کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے، وہ ممکن ہے کہ اللہ کے ہاں زیادہ بہتر اور برتر مقام رکھتا ہو۔ اس لیے کسی کو کم تر سمجھنا اور اس کا مذاق اُڑانا نہ صرف اخلاقی طور پر غلط ہے بلکہ یہ اللہ کی مرضی کے خلاف بھی ہے۔ اسلام میں ہر انسان کی عزت و تکریم کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اللہ کی نظر میں انسان کی فضیلت اس کے ایمان، عمل صالح اور تقویٰ پر ہے، نہ کہ اس کی ظاہری حالت، جنس، یا طبقاتی حیثیت پر۔ اس آیت سے ہمیں یہ سیکھنے کو ملتا ہے کہ ہمیں ہر شخص کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ پیش آنا چاہیے اور کسی کو کم تر سمجھ کر اس کا مذاق نہیں اُڑانا چاہیے۔[17]

یہ آیت ہمیں آپس کے تعلقات میں حسن سلوک، احترام اور تحمل کی اہمیت سکھاتی ہے۔ مسلمان کی اصل فضیلت اس کے اخلاق، کردار اور ایمان میں ہے، نہ کہ اس کے ظاہری اوصاف یا حیثیت میں۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت کیلئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان مرد عورت کا مذاق اڑائے۔ درحقیت معاشرہ انہی چیزوں سے پروان چڑھتا ہے جہاں پر لوگوں کو عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، ایک دوسرے سے اچھے الفاظ سے مخاطب کیا جاتا ہو، ایک دوسرے کی تحقیر و تذلیل کرنے سے گریز کیا جاتا ہو۔ ہم سب کو بحیثیت مسلمان اس معاشرتی ادب کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہیے تاکہ کسی دوسرے مسلمان بھائی بہن کی عزت و حرمت پامال نہ ہو اور انہیں تکلیف نہ پہنچے۔

2. ایک دوسرے پر طعن نہ کریں

معاشرے کی ایک بڑی برائی اور بیماری یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو طعنہ دے یا اس کے عیب نکالے اور لوگوں میں اس پوشیدہ عیوب کو ظاہر کرے۔ اسلام نے اس بات سے سختی سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں دوسرے مسلمان بھائی کی تحقیر و توہین ہوتی ہے اور اسے تکلیف پہنچتی ہے۔ اللہ رب العزت کا واضح ارشاد ہے:

ولاتلمزوا انفسكم۔[18]

ترجمہ: "اور تم اپنے عیب نہ نکالو۔"

آیت میں لفظ "لمز" کا معنی ہے کسی کے عیب نکالنا، عیب ظاہر کرنا یا طعنہ زنی کرنا۔ یہ ایک بہت اہم اصول ہے جس کے تحت مسلمانوں کو ایک دوسرے کے عیبوں کو بے نقاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبردار کیا ہے کہ ہم کسی کے عیب نہ نکالیں، کیونکہ ایسا کرنا نہ صرف اخلاقی طور پر غلط ہے بلکہ اس کے نتیجے میں معاشرتی فساد اور دشمنی پیدا ہو سکتی ہے۔

آیت میں "لاتقتلوا انفسكم" "اپنے آپ کو قتل نہ کرو) کی طرح اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ جب ہم کسی کا مذاق اُڑاتے ہیں یا اس کے عیب نکالتے ہیں، تو ہم دراصل نہ صرف دوسرے کو نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں بلکہ خود بھی ایک منفی عمل کر رہے ہوتے ہیں، جس سے ہم اپنے

---

[17] Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath. *Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Adab* (Lahore: Dār al-Salām, 2011), 5:284–286, ḥadīth no. 4885.
[18] Al-Ḥujurāt, 49:11.

آپ کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جو شخص دوسروں کے عیب نکالتا ہے، وہ ممکن ہے کہ خود بھی دوسروں کے سامنے ذلیل ہو، اور اس کے عیب بھی بے نقاب ہوں۔ علماء نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ انسان کی سعادت اس میں ہے کہ وہ اپنے عیوب پر نظر رکھے اور ان کی اصلاح کی کوشش کرے۔ جو شخص اپنے عیوب پر توجہ دیتا ہے، وہ دوسروں کے عیب نکالنے کی بجائے خود کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اسے دوسروں کے عیبوں پر نظر ڈالنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔[19]

3. معاشرتی آداب اور احکام

اسلام نے ہمیں یہ بھی سکھایا ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کو برے القاب سے نہیں پکارنا چاہیے۔ جب ہم کسی دوسرے مسلمان کو کسی نقص کے ساتھ مخاطب کرتے ہیں، جیسے "لنگڑا"، "لولا"، "اندھا" وغیرہ، تو ہم نہ صرف اس شخص کی عزت و تکریم کو مجروح کرتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنی اخلاقی سطح بھی گراتے ہیں۔ اسلامی معاشرتی آداب میں یہ بات بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کریں، اور کسی بھی شخص کی کسی جسمانی یا ذہنی کمزوری کا مذاق اُڑانے سے گریز کریں۔ اس کے بجائے، ہمیں ایک دوسرے کے عیوب کی پردہ پوشی کرنی چاہیے اور جب کسی سے بات کریں تو عزت و احترام کے ساتھ بات کریں، تاکہ معاشرتی تعلقات میں محبت اور بھائی چارہ قائم رہے۔

قرآن کریم میں واضح ارشاد ہے کہ

ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک ہم الظالمون۔[20]

ترجمہ: "اور نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کے، بُرا نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف۔"

آیت کی روشنی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایمان لانے کے بعد کسی کو برے القاب چڑانے کی غرض سے یا تحقیر و استہزائی کی غرض سے پکارنا گناہ کی بات ہے اور اس سے پہلے اگر یہ فعل سرزد ہوا بھی ہو تو اس سے توبہ کرلی جائے اور آئندہ اسے نہ دہرایا جائے۔ اس واضح ارشاد کے باوجود بھی اگر کوئی توبہ نہیں کرتا اور نہ اپنے فعل سے باز آتا ہے تو وہ بہت ہی بڑا ظالم ہوگا۔

حضرت ابو جبیرؓ کی روایت کے مطابق، یہ آیت ان صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہوئی جن کے متعدد نام مشہور تھے، اور بعض ایسے تھے جو توہین یا مذاق کے طور پر استعمال کیے جاتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے، تو بعض اوقات آپ ﷺ ان ناموں سے صحابہ کرام کو پکارتے تو صحابہ کرام بتاتے کہ یہ نام شخص کو ناگوار گزرتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تاکہ مسلمانوں کو کسی بھی مومن کو ایسے نام سے پکارنے سے منع کیا جائے جو اس کی توہین یا تحقیر کا سبب بنے۔ حضرت ابن عباسؓ کے مطابق، اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ جیسے

---

[19] Khaṭīb al-Tibrīzī. *Mishkāt al-Maṣābīḥ, Bāb al-Adab* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2008), 2:424–428.

[20] Al-Ḥujurāt, 49:11.

چوری، زنا یا شراب نوشی میں ملوث ہو اور پھر توبہ کر لے، تو اس کو دوبارہ اسی گناہ کے حوالے سے یاد کر کے پکارنا یا اس پر طعنہ زنی کرنا حرام ہے۔ اس سے پچھلے گناہ کی یاد دلانا اس کے لیے ایک طرح کی اذیت اور توہین کا باعث بن سکتا ہے، جو کہ اسلام میں منع ہے۔ ایک مومن کے لیے یہ انتہائی شرمناک بات ہے کہ وہ ایمان لانے کے باوجود بدزبانی یا توہین کرنے والا بن جائے۔ ایسا شخص نہ صرف اپنی ایمانداری کی قدر کھو دیتا ہے[21] بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے خلاف بھی جا رہا ہوتا ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم اس قسم کی حرکتیں کرتا ہے تو کم از کم اس کا کفر ان باتوں کو جواز فراہم کرتا ہے، مگر ایک مومن کے لیے ایسا رویہ بہت شرمناک ہے۔ علماء نے اس بات پر بھی اتفاق کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بُرے لقب یا نام کے ساتھ مشہور ہو، جیسے "اعرج" یا "احدب"، اور اس لفظ کا مقصد تحقیر نہ ہو، تو اسے اس نام سے پکارنے میں کوئی حرج نہیں۔ مثال کے طور پر، نبی ﷺ نے ایک صحابی کو "زوالیدین" یعنی دونوں ہاتھوں والے کے لقب سے یاد کیا، کیونکہ ان کا ہاتھ نسبتاً طویل تھا۔

اسلام میں اچھے ناموں اور القابات کا استعمال پسندیدہ ہے، اور حدیث میں آتا ہے کہ مومن کا حق ہے کہ دوسرے مومن کو ایسے نام سے پکارے جو اسے پسند ہو۔ عربوں میں کنیت کا رواج بھی عام تھا، اور نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو مختلف اچھے القاب سے نوازا تھا[22]۔ اس طرح کے اچھے اور محبت بھریں ناموں کا استعمال اسلامی معاشرت کا حصہ ہے، جو ایک دوسرے کی عزت اور احترام کو بڑھاتا ہے۔[23]

4. سماج کی تین بڑی بیماریاں

سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 12 میں اللہ تعالیٰ نے سماج کی تین بڑی بیماریوں کا ذکر فرمایا ہے اور اس سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔ یہ تین بیماریاں درحقیقت پورے معاشرے میں بگاڑ کا سبب بنتی ہیں، بھائی بھائی کا دشمن بن جاتا ہے، میاں بیوں میں تنازعات پیدا ہو جاتے ہیں، خاندان اور نسلیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ یہ تین بیماریاں بدگمانی، تجسس اور غیبت ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

"وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ."۔[24]

i. بدگمانی

بدگمانی ایک ایسی منفی سوچ ہے جو انسان کے دل و دماغ میں دوسرے کے بارے میں غلط خیالات پیدا کرتی ہے، جس کا نتیجہ اکثر لڑائیوں، جھگڑوں اور نفرت کی صورت میں نکلتا ہے۔ یہ نہ صرف فرد کی ذہنی سکون کو متاثر کرتی ہے بلکہ پورے معاشرتی نظام کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ اسلام نے اس سے سختی سے منع کیا ہے کیونکہ بدگمانی انسان کو حقائق سے ہٹ کر سوچنے پر مجبور کرتی ہے، جو کہ فتنہ و فساد کا باعث بن سکتی ہے۔[25]

---

21 ʿAynī, Badr al-Dīn. *ʿUmdat al-Qārī: Ḥāshiyah Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 2006), 22:76–85.
22 Thānvī, Ashraf ʿAlī. *Ḥuqūq al-ʿIbād* (Multan: Ishāʿat Khāna Ashrafiyyah, 2003), 1:45–59.
23 ʿUthmānī, Taqī. *Iṣlāḥī Muʿāsharah* (Karachi: Dār al-Ishāʿat, 2007), 1:22–34.
24 Al-Ḥujurāt, 49:11.

قرآن کریم میں معاشرے کی بنیادوں کو قائم ودائم رکھنے کے لیے کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی کرنے سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

یاایھاالذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم

ترجمہ: "اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو، یقیناً بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔" یعنی بیٹھے بیٹھائے دوسروں کے بارے میں غلط ذہن نہ بنالیا کرو، بلکہ یہ سوچا کرو کہ میرا بھائی میرا نقصان نہیں کرسکتا، بلکہ وہ تو میرا خیر خواہ ہے، میری بہتری چاہتا ہے۔ اس سے پیار و محبت پیدا ہوگی لیکن اگر بیٹھے بیٹھائے بغیر کسی وجہ کے غلط سوچیں سوچو گے تو نقصان کر بیٹھو گے۔

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[26]

ترجمہ: بدگمانی سے بچے رہو کہ وہ سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔

حدیث کی روشنی سے ثابت ہوتا ہے کہ بدگمانی سب سے جھوٹی چیز ہے اور جھوٹی چیز کے قریب ایک مسلمان کبھی بھی نہیں جاتا بلکہ مسلمان بدگمانی اور ہر وہ کام کہ جو بدگمانی پیدا کرسکتا ہے، مثلاً: دوسروں کے عیبوں کی ٹوہ میں لگے رہنا، دوسروں کی کمزوریوں کو پکڑنے کی کوشش کرنا وغیرہ ان تمام چیزوں سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ امیر المومنین عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تیرے مسلمان بھائی کی زبان سے جو کلمہ نکلا ہو جہاں تک تجھ سے ہوسکے اسے بھلائی اور اچھائی پر محمول کر۔[27]

نتائج

* کسی کے آرام کے وقت میں اس کے گھر میں جانا بے ادبی اور تکلیف دینے والی بات ہے، ہمارے معاشرے میں یہ بیماری بہت عام ہے عموماً ایسے اوقات میں ملاقات کیلئے دوسروں کے گھر جاتے ہیں جب وہ آرام کررہے ہوتے ہیں ان میں بعض مریض بھی ہوتے ہیں ، اگر اچانک نیند سے انہیں بیدار کرادیا جائے تو طبیعت بگڑنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔ ایمر جنسی کے علاوہ اگر عام ملاقات کیلئے کسی کے گھر جانا ہو تو ان کے آرام کا خیال رکھا جائے اور آنے سے پہلے بہتر تو یہ ہے کہ فون پر اطلاع دیدی جائے

25 Ḥaqqī, Abrār al-Ḥaqq. *Islāmī Muʿāsharat* (Multan: Idārah Taʾlīfāt-e-Ashrafiyyah, 2004), 1:12–28.

26 Ḥamīdullāh, Muḥammad. *Islām meṅ Ijtimāʿiyyat kā Taṣawwur* (Lahore: Islamic Publications, 2001), 1:60–68.

27 Aḥmad, Isrār. *Muʿāsharatī Burāʾiyōn kā Islāmī Ḥal* (Lahore: Tanẓīm-e-Islāmī, 2005), 1:41–54.

* آج کا سوشل میڈیا اور ٹی وی اینکر و نیوز رپورٹر تو بہت زیادہ بلا تحقیق خبر کو شئیر اور شائع کرتے ہیں، پھر حقیقت حال سامنے آنے کے بعد افسوس و ندامت ہوتی ہے ایسی صورت میں بلا تحقیق رپورٹ شئع کرے سے لوگوں کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے، یا افسوس ناک خبر یا خوشی سے بھر پور خبر سن کر عوام کے جذبات بڑھ جاتے ہیں اور خبر جھوٹی معلوم ہونے پر ان کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور سراسر شریعت مطہرہ کے خلاف ہے۔
* ہمارے معاشرے میں یہ بات بھی بہت زیادہ عام ہے کہ دو گروپس کے مابین جھگڑا ہو جائے تو بجائے ان کے درمیان عدل وانصاف قائم کرنے اور ان کے مابین صلح کرانے کے مزید چنگاری لگا کر دونوں میں آگ بھڑکائی جاتی ہے، جس سے نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ یا تو گروپس کے مابین طویل عرصے تک ناراضگی رہتی ہے یا قتل وغارت کے درپے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں قرآن وسنت کے احکامات کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔
* ہمارے معاشرے میں ایک دوسرے کی تحقیر، استہزائی اور توہین بہت زیادہ ہے اور ہر عام وخاص، مرد وعورت اس کا شکار ہے، اسی طرح ایک دوسرے کو طعنہ دینا، عیب نکالنا، دوسروں کے سامنے کسی کی عیب زنی کرنا، نیز دوسروں کو چڑانے کیلئے انہیں برے القابات سے پکارنا کہ جس سے اسے تکلیف پہنچتی ہو، جیسی بیماریاں بہت زیادہ عام ہو چکی ہیں یہ معاشرے کی تباہی کی بہت بڑا سبب ہیں۔ ان سے گریز کیا جائے۔
* معاشرے میں آج کل غیبت زبان زد عام ہے۔ ہر عام وخاص دوسرے کی غیبت میں لگا ہوا ہے، جس کے نتیجے میں مختلف تباہ کاریاں اور بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

سفارشات

* حکومت وقت کو چاہیے کہ سورۃ الحجرات کو میٹرک کے نصاب میں شامل کرے، نیز پرائمری اور سیکنڈری لیول میں سورۃ الحجرات سے اخذ کرے معاشرتی آداب نصاب میں شامل کیے جائیں، تاکہ نوجوان نسل کو ان آداب کا علم ہو سکے اور اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔
* انتظامیہ اور اسکول کے زمہ داران کو چاہیے کہ معاشرتی آداب کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ انہیں عملی جامہ بھی پہنائیں
* کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر معاشرے میں پھیلی تباہ کاریان، دفسادات اور بیماریوں اور ان سے نمٹنے کی تدابیر جیسے اہم موضوع کو نصاب میں شامل کیا جائے اور ٹیچرز کی جانب سے قرآن وسنت کی روشنی میں ان کی وضاحت پیش کی جائے۔
* معاشرے کی تمام برائیوں کا دارو مدار اخلاقیات کی تعلیم کا فقدان ہے۔ پرائمری سے لیکر یونیورسٹی تک ہمارے نصاب میں اخلاقیات کی تعلیم کی بہت زیادہ کمی ہے۔ نصاب بنانے والے اور تعلیمی اداروں کے زمہ دارن اس موضوع کو نصاب کا لازمی حصہ بنائیں۔
* علمائے کرام اور خطبائ حضرات منبر و محراب میں عوام کو اخلاقیات کا درس دیں، سورۃ الحجرات کی آیات کی تفسیر بیان کریں، تاکہ عوام میں معاشرتی شعور بیدار ہو، اسی طرح مستورات میں عالمات پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ عورتوں کو اخلاقیات کے بارے میں اصول وآداب سے آگاہ کریں۔

خلاصہ بحث

اس تحقیق میں سورۃ الحجرات کی روشنی میں ان معاشرتی اصولوں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے جو ایک مثالی اسلامی معاشرے کی تشکیل میں مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔ مختلف تفاسیر، احادیث اور معتبر اسلامی کتب کی روشنی میں معاشرتی برائیوں جیسے غیبت، بہتان، بدگمانی، تمسخر، اور افواہ سازی کے نقصانات کو واضح کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان برائیوں کے قرآنی حل بھی پیش کیے گئے ہیں۔ تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ اگر سورۃ الحجرات کی تعلیمات کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنایا جائے تو معاشرہ امن، محبت، رواداری اور بھائی چارے کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ اس سورت کو تعلیمی نصاب میں شامل کرنا وقت کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل ان اسلامی اقدار سے آشنا ہوسکے اور ان پر عمل پیرا ہو کر ایک مہذب اور اخلاقی معاشرہ قائم کرسکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

- Aḥmad, Shafīq. *Mashriqī Adab wa Akhlāq: Islāmī Taʿlīmāt kī Roshnī meṅ*. Lahore: Nawwā-e-Waqt Publications, 2003.
- Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Adab*. Lahore: Dār al-Salām, 2010.
- Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath. *Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Adab*. Lahore: Dār al-Salām, 2011.
- Ālūsī, Maḥmūd al-Baghdādī. *Rūḥ al-Maʿānī*. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 2005.
- Daryābādī, ʿAbd al-Mājid. *Tafsīr-e-Mājidī*. Lahore: Majlis Nashriyāt-e-Islām, 2002.
- Gangohī, Rashīd Aḥmad. *Fatāwā Rashīdiyyah*. Lahore: Maktabah Raḥmāniyyah, 2007.
- Ḥamīdullāh, Muḥammad. *Islām meṅ Ijtimāʿiyyat kā Taṣawwur*. Lahore: Islamic Publications, 2001.
- Ḥaqqī, Abrār al-Ḥaqq. *Islāmī Muʿāsharat*. Multan: Idārah Taʾlīfāt-e-Ashrafiyyah, 2004.
- Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar. *Tafsīr Ibn Kathīr*. Riyadh: Dār al-Salām, 2009.
- Kāndhlawī, Yūsuf. *Ḥayāt al-Ṣaḥābah*. Lahore: Idārah Islāmiyyāt, 2006.
- Khaṭīb al-Tibrīzī. *Mishkāt al-Maṣābīḥ, Bāb al-Adab*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2008.
- Nuʿmānī, Shiblī. *Sīrat al-Nabī*. Lahore: National Book Foundation, 2010.
- Qāḍī Thanāʾullāh Panipatī. *Tafsīr Maẓharī*. Lahore: Idārah Ishāʿat al-Islām, 2005.
- Thānvī, Ashraf ʿAlī. *Ḥuqūq al-ʿIbād*. Multan: Ishāʿat Khāna Ashrafiyyah, 2003.
- ʿUthmānī, Taqī. *Iṣlāḥī Muʿāsharah*. Karachi: Dār al-Ishāʿat, 2007.
- Aḥmad, Isrār. *Muʿāsharatī Burāʾiyōn kā Islāmī Ḥal*. Lahore: Tanẓīm-e-Islāmī, 2004.